مرزا مغل اور جنگ آزادی

(از جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبر آبادی)

ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی میں جن ہستیوں کا حصہ ہے ان میں امیر الملک مرزا مغل بیگ بہادر بھی نمایاں شخصیت کے حامل تھے دلی میں ابوظفر بہادر شاہ کے بعد مرزا مغل کی شجاعانہ سرگرمی اور مردانگی اپنی جگہ ایک درجہ رکھتی ہے۔

غدر کی تاریخ میں ان کے کمزور پہلو کو اجاگر کیا گیا مگر ان کی مساعی کو اور جنگی کارگذاری کو نظر انداز کیا گیا۔ اس جنگ میں بہادر شاہ کے نام سے تاریخ غدر میں جو کچھ کارہائے نمایاں ہیں ان کا بڑا حصہ مرزا مغل کی سعی کا رہین منت ہے۔ دلی میں انگریزی اقتدار نے کل شہر والوں کو بہ لطائف الحیل اپنا لیا تھا اور وہ اس قدر پست ہمت ہو چکے تھے کہ انگریز کے ہر عمل کو ٹھنڈے دل سے قبول کر رہے تھے۔ اکبر شاہ کے عہد سے کامل تسلط انگریز کا ہو چکا تھا باوجودیکہ شاہ عالم نے بنگال کی دیوانی کمپنی کو دیتے وقت یہ رعایت مانگی تھی کہ قاضی و مفتی کے عہدے قایم رہیں گے اور حکومت اسلامی قانون کے مطابق چلتی رہے گی اور دفتری زبان فارسی کو رکھا جائے گا۔ لیکن مغربی سیاست بلکہ یورپی خمیر اکثر وعدہ کو ایک موہوم شے تصور کرتا ہے اور موقعہ شناسی کا بہت قائل ہے چنانچہ اکبر شاہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنا نظام کمپنی نے مرتب کر لیا بلکہ مدراس اور بنگال کے حصوں میں رائج بھی کر دیا۔

دلی میں لے دے کے ایک محکمہ قضاۃ رہ گیا تھا اس پر نظر عرصہ سے تھی وہ توڑ دیا گیا

اور الٰہ آباد میں صدر نظامت کی تشکیل کی گئی اس محکمہ میں مفتی انعام اللہ خاں بہادر گوپاموی مفتی تھے ان کو بھی صدر کر دیا گیا اور انہیں عہدے آنریری علما کو دے دیئے گئے دلی میں صدر الصدور ان دنوں مولانا فضل امام خیرآبادی تھے بعض علمائے دلی انگریز کی اس مداخلت کو گوارا نہ کر سکے انھوں نے ہجرت اختیار کی مولانا محمد اسحاق اور مولانا محمد یعقوب وغیرہ حجاز چلے گئے شاہ اسمٰعیل شہید نے سرحد کا رخ کیا کہ مجاہدین سرحدی علاقہ میں پیدا کئے جائیں اور اس اقتدار نصرانیت سے پھر کھلے بندوں ٹکر لی جائے مگر زندگی نے وفا نہ کی جام شہادت نوش کیا مگر یہ خدمت قدرت نے نواب چیناپٹن کے صاحبزادہ دلاور جنگ مولوی سید احمد علی مشہور احمد اللہ شاہ کے مقدر میں لکھی تھی۔[۲]

لطف یہ ہے کہ مفتی صدر الدین خاں آزردہ اور امام بخش صہبائی جیسے جلیل القدر لوگ انگریز کی ڈپلومیسی میں بہہ گئے اس کی تفصیل تاریخ خاندان مفتیان میں ہے۔

پہلی جنگ آزادی میں لیڈرشپ جن کے حصہ میں آئی وہ مولوی احمد اللہ شاہ مذکور الذکر فرد تھا جس نے جوانی اور بڑھاپا انگریزوں کے خلاف محاذ قائم کرنے میں بتا دیا۔ آخر میں ۱۸۵۸ء میں لکھنؤ کے نصف حصہ پر قبضہ کیا مکمل آزادی نصیب نہیں ہوئی اور ملک و وطن پر آخر کو نثار ہو گیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اپنوں کے ہاتھوں تمام ہوا۔[۳]

غدر کی تاریخوں میں مولوی احمد اللہ شاہ کا ذکر ضمنی صورت سے آتا ہے مگر انگریزوں نے جو غدر پر کتابیں لکھیں ان میں ان کی سیاسی سرگرمی پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

مسٹر جی ڈبلیو فارسٹر نے اپنی مشہور کتاب ہسٹری آف دی انڈین میوٹنی میں لکھا ہے

احمد اللہ عالم باعمل ہونے سے مولوی تھا اور روحانی طاقت کی وجہ سے صوفی تھا۔

---

[۱] تاریخ خاندان مفتیان از مفتی محمد حسن گوپاموی [۲] سوانح احمدی از مولانا ثاقب لکھنوی [۳] تاریخ شاہجہاں پور

اور جنگی مہارت کی وجہ سے وہ سپاہی اور سپہ سالار تھا اس کے متعلق مختصر نوٹ جو جارج باڈلس نامی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے وہ ان کی خصوصیات کا نقشہ پیش کرتا ہے۔

"اودھ کے باغیوں کی بغاوت اور سازش کی تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا اس مولوی کو انگریز حکام بحیثیت احمد شاہ فقیر اور صوفی درویش سے جانتے تھے شمالی مغربی صوبہ جات میں ظاہرہ مذہبی تبلیغ کی خاطر پھر چکا تھا لیکن فرنگیوں کے لیے یہ راز ہی رہا اپنے سفر کے دوران میں ایک عرصہ تک وہ آگرہ میں مقیم رہا اور حیرت انگیز اثر شہر کے مسلم باشندوں پر تھا شہر کے مجسٹریٹ ان کی جملہ نقل و حرکت پر نظر رکھتے تھے عرصہ کے بعد اس کا یقین ہو گیا کہ وہ برطانوی حکومت کے خلاف رہ کر سازش کر رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کو کسی باغیانہ جرم میں ملوث نہ پایا گیا وہ آزاد رہے ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں فیض آباد میں نظر بند کر دیئے گئے تھے باغیوں نے چھڑا کر اپنا سردار بنا لیا اور وہ ایک طاقتور فوج کے سپہ سالار بن گئے۔"

اس طرح مولوی لیاقت علی الہ آبادی امیر المجاہدین مولوی سرفراز علی مہاراجہ نانا راؤ پیشوا عظیم اللہ خاں کانپوری جنرل سردار تانتیا ٹوپی انگریز کے اقتدار کے خلاف سرگرم سعی تھے آگے جا کر سب مولوی احمد اللہ شاہ کے جھنڈے کے نیچے آ جمع ہوتے۔ انگریز مقابلہ نہ کر سکا اپنوں نے ان کے ساتھ دغا کی اور ان کی اسکیم ناکام بنی "غدر کے چند علما" اور ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علما" میں تفصیل آ چکی ہے اس جگہ صرف مرزا مغل کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

امیر الملک دلاور جنگ مرزا ظہور الدین عرف مرزا مغل بیگ بہادر مرزا مغل خلف ابوظفر محمد بہادر شاہ ثانی۔ نواب شرافت محل کے بطن سے تھے۔ حافظ داؤد سے کلام مجید

اور میاں محمد جیون سے فارسی پڑھی۔ بچپن سے تیر و تفنگ کا شوق تھا۔ فتح الملک مرزا فخرالدین بہادر کے باغ میں اُستاد شرف الدین ابن میر نجم الدین اور میر واحد علی ابن میر حامد علی شمشیر باز سے فنون سپہ گری سیکھے۔ تمام شہزادے تیراندازی کی مشق کرتے حضرت ظل سبحانی بھی اکثر اِدھر سے گذرتے ہوتے باغ تشریف لے جاتے اور شہزادوں کے کرتب دیکھ کے محظوظ ہوتے۔[۱]

استاد فیض بخش جو آصف الدولہ کے منہ لگے تیرانداز تھے ان کے خلف رحیم بخش لکھنؤ سے دہلی آئے اور شہزادوں کے اتالیق مقرر ہوئے ان کی توجہ مرزا مغل کی طرف زیادہ تھی۔ مرزا فرخندہ شاہ۔ مرزا بختاور۔ مرزا تیمور عرف مرزا خضر سلطان مرزا عبداللہ شہزادگان سے تیراندازی میں سبقت لے گئے تھے۔[۲]

مرزا مغل طبعاً شجاع اور دلیر واقع ہوئے تھے۔ قلعہ معلی (لال حویلی) میں بادشاہ ذیجاہ کی شعر گوئی اور سخن فہمی اور ذوق و غالب کی بدولت شعر و شاعری کی گرم بازاری تھی آئے دن مشاعرے ہوتے مرزا مغل کو شاعری سے زیادہ دلچسپی نہ تھی پھر بھی باپ کا اثر لیے بغیر نہ رہ سکے شعر کہنے لگے اور استاد ذوق سے اصلاح لیتے تخلص مغل تھا۔ زیادہ طبیعت کا رجحان عیش و عشرت کی طرف تھا۔

شکل و صورت میں باپ پر کم ماں پر زیادہ پڑے تھے ظل سبحانی کی گہری سانولی رنگت تھی ان کی قدرے کھلتی ہوئی۔ قد اوسط۔ لمبا چہرہ۔ بڑی بڑی آنکھ۔ لمبی گردن۔ چوکا ذرا اونچا۔ پتلی ستواں ناک بڑا دہانہ۔ چھدری ڈاڑھی۔ لباس فاخرہ پہننے کا شوق۔ سجیلے جوان تھے فضول خرچ بہت زیادہ باپ سے جو وظیفہ ملتا چند دنوں میں اُٹھا بیٹھتے۔ ان کے

---

[۱] داستان غدر۔ [۲] حدیث قدسی۔

یہاں آئے دن محفل رقص و سرود جمتیں۔ بقول شخصے بے فکری سے دن بیت رہے تھے
۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ سے سرکار کمپنی کی فوج اپنے افسروں کی ظالمانہ حرکت سے متاثر
ہوکر باغیانہ اسپرٹ سے دہلی آئی یہاں سان وگمان نہ تھا سب بھونچکا ہو گئے ان انقلابیوں
نے فرنگیوں کو مارا اور لوٹ مار مچادی بہادر شاہ اس طوفان سے بچا چاہتے تھے مگر پھر حرارت
خاندانی عود کر آئی ادھر مرزا مغل اور نواب زینت محل جو مرزا جواں بخت کی ولی عہدی کی وجہ
سے انگریز سے خفا تھیں انھوں نے ظل سبحانی کی ڈھارس بندھائی۔ تمام فوج نے مرزا مغل حضرت سلطان
مرزا ابوبکر کے لیئے بادشاہ سے اصرار کیا کہ ان کو ہمارا سردار مقرر کردو۔ بادشاہ نے اوّلاً انکار
کیا اس پر مرزا مغل روٹھ کر اپنی والدہ کے محل چلے گئے ادھر بادشاہ نے فوج کی حالت دیکھی
اور ان کی جاں نثاری کا خیال آیا مرزا مغل کو بلا طرفین کی رضامندی سے مرزا مغل کمانڈر بنادیے
گئے[1]۔ اور سرپرست فوج کے خود بادشاہ ہوئے بادشاہ کے مشیر خواجہ سرا محبوب علی ملکہ زینت
محل نانلی بیگم وآغا بیگم ہمشیرگان مرزا مغل بادشاہ کی دوسری بیوی اشرف النساء تھیں
انھوں نے کہہ سن کر بادشاہ کو آمادہ کیا کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان پر شہنشاہیت
پھر نئے سرے سے کیجئے بادشاہ ضعیف بہت ہو چکے تھے۔ مگر مغلیہ حرارت جوش میں لے آئی
اور کھلم کھلا انگریز کے مخالف ہو گئے۔ حکیم احسن اللہ خاں اور بادشاہ کے سمدھی مرزا الٰہی بخش
ان کا بادشاہ کہنا بہت مانتے تھے مگر ہمدرد انگریز کے پٹھو تھے۔

شاہزادے مرزا خضر سلطان مرزا ابوبکر مرزا عبداللہ رجمنٹوں کے کرنل بنائے گئے۔

کمانڈر انچیف کے میر منشی جوالا ناتھ تھے اور بادشاہ کے سکریٹری مکند لال۔

بادشاہ نے مرزا مغل کے اصرار پر دوسرے روز دربار عام کیا تمام عمائد شہر اور فوجی

---

[1] مقدمہ بہادر شاہ

افسران کو شرکت کی دعوت دی۔ مفتی صدرالدین خاں آزردہ۔ مولانا امام بخش صہبائی۔ مولوی محمد باقر ایڈیٹر اخبار۔ نواب احمد قلی خاں۔ حیدر حسن۔ مغل بیگ۔ حکیم احسن اللہ خاں۔ محمد دلد علی مرزا عبداللہ۔ مرزا کوچک۔ مولوی سعید دہلوی۔ مرزا منیرالدین۔ نواب ولی داد خاں رئیس مالاگڈھ۔ مولوی محبوب علی۔ مرزا خضر سلطان۔ مرزا ابوبکر۔ مرزا جواں بخت۔ مرزا مغل۔ نواب امین الدین خاں۔ نواب ضیاء الدین خاں۔ مرزا بیدار بخت۔ راجہ دیبی سنگھ۔ سالک رام کمانڈر بہیر سنگھ۔ راجہ ناہر سنگھ رئیس بلبب گڈھ شریک ہوئے مشورے سے ایک الگ جنگی کاؤنسل بنائی گئی وزیر جنگ جواں بخت مقرر ہوئے کمانڈر مرزا مغل تھے ہی مرزا ابوبکر اور مرزا عبداللہ اپنے عہدوں پر برقرار رہے نگراں کاؤنسل کی نواب زینت محل مقرر ہوئیں[۱]۔

مرزا غالب دربار میں شریک نہ ہو سکے سکہ کہکر بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیا

بزر زد سکۂ کشور ستانی سراج الدین بہادر شاہ ثانی[۲]

بادشاہ نے ہندوستان کے راجگان اور نوابوں کے نام فرمان جاری کیا مرزا مغل خوش رو اور شان و شوکت کے شہزادے تھے تمام انگریز سے باغی فوج اور اس کے افسران شہزادہ کے گرویدہ تھے ملکہ انھوں نے یہ مشورہ کیا کہ بادشاہ بہت ضعیف ہیں مرزا مغل کو بادشاہ بنایا جائے چنانچہ بادشاہ پر مقدمہ جرم بغاوت کا چلایا گیا تو مرحوم بادشاہ نے اپنے بیان میں فرمایا۔

باغی مجھے معزول کر کے میری جگہ مرزا مغل کو بادشاہ بنا رہے تھے[۳]۔

مرزا مغل چالاک نہ تھے ورنہ اس موقعہ سے خود بادشاہ بن جاتے تو ملک کا نقشہ دوسرا ہوتا مرزا مغل نے مورچہ لگایا انگریزی فوج سے مقابلہ ہوا مگر قدم کچھ آگے نہ بڑھا۔

---

[۱] غدر کی صبح و شام [۲] ذکر غالب از مالک رام ایم۔ اے صفحہ ۵۰ [۳] بہادر شاہ کا مقدمہ صفحہ ۱۳۶

جولائی ۱۸۵۷ء میں جنرل بخت جو گورنمنٹ کا صوبہ دار تھا اور نواب نجیب الدولہ سے قرابت قریبہ تھی ننہیالی رشتہ نوابان اودھ سے بھی تھا پیدائش سلطان پور کی تھی نواب خان بہادر خاں کو بریلی کی نوابی پر متمکن کر کے ناناراؤ پیشوا رئیس بٹھور (کانپور) کے بھائی بالا صاحب گوکھلے (ملہار راؤ) کو ہمراہ لے کر دہلی روانہ ہوا۔ توپ خانہ فوج معہ سپہ تین لاکھ ساتھ تھا بادشاہ کی طرف سے استقبال شایان شان کیا گیا۔ بادشاہ نے حضوری میں شرف باریابی عطا کیا اور ان سے خوش ہو کر لارڈ گورنر تمام فوج کا بنا دیا۔[1]

مرزا مغل اور جنرل بخت خاں ہل مل گئے باہمی مشورہ سے شہر کا انتظام کیا گیا اور انگریزی فوج سے اگر جنگ کا موقعہ آیا تو کامیابی رہی مگر مرزا الٰہی بخش اور حکیم احسن اللہ خاں کے ذریعہ جو تدابیر جنگی مرزا مغل اور جنرل صاحب اختیار کرتے انگریزوں کو اطلاع ہو جاتی۔ ادھر یکایک فوج میں جنرل صاحب کی طرف سے غداروں نے بددلی پھیلا دی اور شہرت دے دی کہ جنرل انگریزوں سے ساز باز کیئے ہوئے ہے الور کی طرف سے ایک جماعت انقلابیوں کی آئی ٹونک سے مجاہدین آئے مولانا فضل حق خیرآبادی الور سے آئے بادشاہ سے قدیم مراسم تھے قلعہ میں جا کر ملے جنرل بخت خاں نے مولانا سے شرف ملاقات حاصل کیا۔[2] مولانا نے رنگ تحریک کا دیکھا چنانچہ آخری تیر ترکش سے نکالا جمعہ کو بعد نماز جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی اور استفتار جہاد پیش کیا مفتی صدرالدین خاں آزردہ۔ مولوی عبدالقادر دہلوی قاضی فیض اللہ دہلوی۔ مولوی فیض احمد بدایونی۔ ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبرآبادی مولوی سید مبارک شاہ رام پوری وغیرہ نے دستخط کیئے فتوے کے شائع ہوتے ہی شورش بڑھ گئی[3] اور

---

[1] جنرل بخت خاں روہیلہ از سیدہ امینہ فاطمہ بریلوی (مصنفہ) [2] داستان غدر از ظہیر دہلوی [3] مولانا فضل حق و عبدالحق خیرآبادی مرتبہ انتظام اللہ شہابی مطبوعہ مجلس مصنفین علیگڑھ [4] "غدر کے چند علماء"

مجاہدین میں ولولۂ شہادت پیدا ہو گیا بقول مولوی ذکاء اللہ دہلوی نوے ہزار فوج معہ مجاہدین کے دہلی میں آ جمع ہوئے۔[لہ]

مرزا الٰہی بخش نے یہ دیکھا مرزا مغل اور جنرل بخت خاں کے گٹھ جانے سے طاقت بڑھتی جا رہی ہے اور مولوی رجب علی کے ذریعہ پیغام افسران انگریزوں کا آیا کہ ہر دو کو بیگانہ کرادو مرزا الٰہی بخش نے شہزادہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ بخت خاں خود بادشاہ بننا چاہتا ہے بادشاہ کو آلہ کار بنا رکھا ہے اور اپنی حکومت کے لئے اس طرح راہ صاف کی جا رہی ہے اگر انگریز یہ کامیاب ہوا تو سخت نقصان اٹھانا پڑے گا یہ غلام قادر روہیلہ کا عزیز ہے مرزا مغل خود مختار بادشاہت کے خواب دیکھ رہے تھے پھر تو مرزا خفیہ جوڑ توڑ کرنے لگے بادشاہ سے شکایت کی بادشاہ ہر دو کی صفائی کرادیا کرتے جنرل مقابلہ کے لئے تیاری کرتا مرزا مغل رخنہ اندازی کرتے۔

اس کشمکش میں فوجیں قابو سے باہر ہوگئیں انتظام کی مشین بگڑ گئی۔[لہ]

۷ ستمبر کو انگریزی فوج نے دہلی پر حملہ بول دیا پنجابی فوج نے خونخواری دکھائی ۸ ستمبر کو کشمیری گیٹ پر قبضہ ہو گیا یہاں کا مورچہ مرزا مغل کے قبضہ میں تھا اب ان کی آنکھیں کھلیں مگر وقت گذر چکا تھا پھر ۱۱ ستمبر کو جنرل بخت خاں کے ہمنوا ہو کر انگریز کی فوج پر گولہ باری کی دشمن کے ۸۸۳۹ آدمی جان سے مارے گئے ۱۴ ستمبر کو جنرل نکلسن نے پوری طاقت سے یلغار بول دی بادشاہ گھبرا گئے قلعہ سے معہ اہل خاندان کے نکل آئے مرزا مغل نے چاہا بادشاہ وہاں سے نہ ہٹیں مگر احسن اللہ خاں اور نواب زینت محل آخرش مقبرہ ہمایوں میں لے آئیں جنرل صاحب بادشاہ کے پاس آتے اور کہا کہ آپ میرے ساتھ نکل چلئے موقعہ سے انگریز سے مقابلہ کیا جائے گا

لہ تاریخ بغاوت ہند ۵۷ء دیباچہ مقدمہ بہادر شاہ صفحہ ۲۳۷

مگر مرزا الٰہی بخش کے کہنے سننے سے بادشاہ نہ ٹلے آخرش جنرل صاحب معہ توپ خانہ اور فوج کے لکھنؤ چلتے ہوئے۔[1] الٰہی بخش میجر ہڈسن کو خبریں پہنچا رہا تھا۔ جنرل کے جاتے ہی وہ مقبرہ میں آیا بادشاہ کو پالکی میں سوار کرکے معہ نواب زینت محل کے لال کنوئیں پر "زینت محل" میں نظربند کردیا اور مرزا خضر سلطان مرزا مغل اور مرزا ابوبکر کو باہر بلا کر پہلے دھوکے سے ہتھیار لیے اور رتھ میں سوار کرایا مرزا توبش بھی ساتھ تھے وہ نکل گئے۔ راستہ میں رتھ بان جلتا ہوا مرزا مغل کے خواص حسین مرزا رتھ ہانکنے لگے جیل خانہ کے سامنے لاکر میجر ہڈسن نے رتھ سے ان کو اُتارا کہا کمانڈر انچیف کون ہے مرزا مغل نے کہا میں ہوں اُن سے کہا لباس اُتارو وہ انھوں نے خوش دلی سے اُتار دیا بازو "سیر تکیہ" تھا وہ حسین مرزا کو دیا نواب شرافت محل کو دے دیں۔

ہڈسن نے بندوق اُٹھا کر گولی کا نشانہ لگایا مرزا مغل نے کلمۂ شہادت پڑھا اور گر پڑے مرزا ابوبکر نے للکار کر کہا ہڈسن تو نے دغا کی اُن کو بھی گولی ماردی خضر سلطان گھبرا گئے وہ گولی کا نشانہ بنے ان کے سر کاٹے گئے اور ایک خوان میں رکھ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیئے اور ایک چلو خون خود ہڈسن نے پیا۔[2]

حسین مرزا تکیہ لے کر نواب شرافت محل کے پاس گئے انھوں نے نہیں لیا اُن سے کہا تم کو مغل نے دیا ہے اپنے پاس رکھو۔

خوان بادشاہ کے پاس لاتے گئے تو سرپوش اُٹھا کر کہا۔ الحمد للہ تیمور کی اولاد ایسی ہی سرخرو ہوکر باپ کے سامنے آیا کرتی ہے۔[3]

اس کے بعد شہزادوں کی لاشیں کوتوالی کے سامنے لٹکائی گئیں اور سر جیل خانہ کے سامنے خونی دروازہ پر لٹکائے گئے۔

---

[1] قیصر التواریخ حصہ دوم [2] دہلی کی جانکنی صفحہ ۵۳ [3] ایضاً صفحہ ۵۳

لفٹنٹ گورنر پنجاب نے ہڈسن کو اس فعل پر مبارک باد دی مرے پیارے ہڈسن تم اور تمہارے گھوڑے کو بھی شاہ کے گرفتار کرنے اور اس کے بیٹوں کو قتل کرنے پر مبارک باد ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم ایسے مزید کارنامے کروگے۔[۵]

دلی میں قتل عام شروع ہوگیا شارع عام پر پھانسی گھر بنا دئے گئے والیول لکھتا ہے

"انگریزوں نے فتح دلی کے بعد جو لوٹ دلی میں جائز رکھی وہ وحشی نادر شاہ نے بھی نہ مچائی تھی۔"

حضرت ظفر فرماتے ہیں۔

ساری رعایائے ہند تباہ ہوئی کہو کیا کیا ان پہ جفا ہوئی
جسے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ تو قابل دار ہے[۶]

---

[۵] پر بھات لاہور ۱۲ر جنوری ۱۹۴۶ء (جھانسی کی رانی) [۶] مغل شہزادے از انتظام اللہ شہابی

مکمل لغات القرآن مع فہرست الفاظ جلد سوم

جو ۱۹۴۶ء کی مطبوعات میں سے ہے طبع ہو کر پریس سے آگئی ہے قیمت غیر مجلد چار روپے

۱۹۴۶ء کی دوسری اہم کتاب "ترجمان السنۃ" ارشادات نبوی کا جامع اور مستند ذخیرہ بھی طبع ہو کر پریس سے آگیا ہے۔ قیمت غیر مجلد عـہ ؍ مجلد عـہ ؍

آمدنامہ

مؤلفہ مولانا فضل امام عمری خیرآبادیؒ

از جناب حکیم محمد بہاؤالدین صاحب۔ صدیقی

سوانح مولانا فضل امام صاحب عمری خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ابن شیخ محمد ارشد قاضی زادہ فاروقی ہرگامی کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے آپ ہندوستان کے جلیل القدر عالم تھے اپنے ننھیال قصبہ خیرآباد میں پیدا ہوئے بعد شعور سے کسب کمالات علمیہ کی طرف توجہ منعطف فرمائی بالآخر مولانا سید عبدالواجد صاحب خیرآبادی شاگرد رشید مولانا محمد اعلم صاحب سندیلی سے فراغ حاصل کیا۔ علوم ادبیہ وعقلیہ کے امام وفاضل باکمال اور انگریز دشمن جماعت علمائے ہند کے رکن رکین مولانا فضل حق عمری خیرآبادی اسیر قید فرنگ اور مؤلف ثورۃ الہندیہ کے والد ماجد اور شمس الحق مولانا عبدالحق خیرآبادی کے جد امجد تھے حکومت انگریزی کی جانب سے عرصہ تک دہلی کی صدر الصدوری پر متمکن رہے۔ مولانا شاہ صلاح الدین صفویؒ گوپاموی تلمیذ مولانا محمد اعلم سندیلی وخلیفہ حضرت شاہ قدرت اللہؒ قدوائی صفوی مینائی صفی پوری سے بیعت ارادت تھی جیسا کہ حضرت شاہ صاحب کے ایک خط مملوکہ ومقبوضۂ راقم الحروف سے ثابت ہوتا ہے۔ مولانا نے فرائض صدر الصدوری انجام دیتے ہوئے بھی مشاغل علمیہ وخدمات فنیہ کو جاری رکھا اور اپنے عہد کے معرکۃ الآراء ومعیاری کتب درس نظامی میر زاہد ملا جلال ومیر زاہد رسالہ پر حواشی ومنہیات تحریر کیے۔ نیز علم منطق میں ایک مستقل رسالہ بنام

"مرقات" تالیف کیا جو اس وقت تک اکثر و بیشتر مدارس عربیہ میں پڑھایا جاتا ہے اس کے علاوہ ۱۲۲۷ھ میں شفاء شیخ الرئیس کی تلخیص لکھی جو اپنی آپ ہی نظیر ہے۔

کتب متذکرہ کے علاوہ فارسی میں زیب عنوان رسالہ "آمدنامہ" بھی تالیف فرمایا۔ یہی رسالہ ان سطور کی علت غائی ہے۔ اس رسالہ میں قواعد صرف و نحو کے علاوہ دیگر علوم و فنون کے ساتھ تقریباً ۴۳ شعرائے فارسی اور قصبات اودھ اور اس کے جوار و دیار کے ایسے ۲۱ علماء و فضلاء کا تذکرہ لکھا ہے جنہیں زیادہ تر غیر معروف مگر کامل الفن حضرات ہیں اور ان میں سے اکثر و بیشتر شخصیتوں کا ذکر کسی تذکرہ علماء میں نظر نہیں آتا ہے۔ نیرنگی زمانہ سے جب مولانا موصوف کے کتب خانہ کے جملہ نوادر کو مولوی محمد سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور وغیرہم نے خرید لیا تو نہ معلوم کس طرح یہی ایک رسالہ باقی رہ گیا تھا اس کو کتب خانہ وقفی خانقاہ محبوبیہ قلندریہ لاہر پور ضلع سیتاپور (اودھ) کیلئے خرید لیا گیا کیونکہ یہ حضرت مولانا کے دست خاص کا لکھا ہوا پہلا مسودہ ہے ابھی حال میں کرم خوردہ ہو جانے کے سبب سے اس کی نقل بھی کرا لی گئی ہے تا ایندم دونوں نسخے محفوظ ہیں اور اس وقت میرے پیش نظر ہیں۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اس مسودہ کی تبیض بھی نہیں ہو سکی اسی لئے اس نام کی کوئی کتاب فہرست کتب خانہ جات میں نظر نہیں آئی حضرت مولانا نے ہمیشہ اپنی زندگی کو علمی خدمات میں گذارا اور اسی حالت میں تاریخ ۵ رماہ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ ہجری اس دنیائے فانی کو دولع کہا۔ متعدد اولاد ذکور و اناث میں مولانا فضل حق جیسی عظیم المرتبت ہستی یادگار چھوڑی۔ تلامذہ کی بھی معقول تعداد تھی جن میں مفتی محمد صدر الدین خاں دہلوی اور افضل العلماء خان بہادر ابو علی محمد ارتضا علی خاں صفوی گوپاموی قاضی القضات ممالک محروسہ ارکاٹ متعلقہ حکومت مدراس معقولات میں اور تمامی علوم و فنون باستثنائے علم حدیث میں مولانا فضل حق خیرآبادی فرزند رشید سب سے زیادہ مربرآوردہ